رشتے کا انتخاب کیسے کریں؟

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

موجودہ ترقی یافتہ سماج کو جن سخت قسم کے چیلنجز کا سامنا ہے، فیملی سسٹم اوراس سے جڑے مسائل کوان میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ایک طرف تیز رفتار سماجی تبدیلیاں ہیں، جن میں طور طریقے اور طرز و انداز ہی نہیں تصورات ونظریات بھی بہے چلے جا رہے ہیں، دوسری طرف جدید ٹکنالوجی کا امڈتا سیلاب ہے، جس سے اب شاید سماج کے کسی فرد کو مفرنہیں ہے اور اس ٹکنالوجی کے اچھے برے اثرات ہر فرد پر دور یا نزدیک سے مرتب ہو رہے ہیں اور تیسری طرف وہ افراد ہیں، جو اپنے وقتی اور انفرادی مفادات کی قربان گاہ پر پوری قوم، پوری سوسائٹی بلکہ پوری انسانیت کو بھی بھینٹ چڑھا کر تسکین سے محروم رہتے ہیں۔

ایسے منظر نامے میں اسلامی سماج جو اپنے ٹھوس آسمانی نظریات رکھتا ہے، جس کے پاس پورے فیملی سسٹم کی بہترین تعمیر کا خوب صورت نقشہ اور عملی نمونہ ہے اور جو اس سسٹم کو محفوظ رکھنے کے لیے بھی انتہائی معتدل ہدایات رکھتا ہے، اس اسلامی سماج کے سامنے اسلامی خاندان کے حوالے سے آج جو سوالات اٹھ رہے ہیں اور جو غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ان میں ایک پہلو شادی کے لیے رشتے کے انتخاب کا ہے۔ مغرب نے اپنے مخصوص رنگ وآہنگ میں اسلامی خاندان کے اس پہلو پر بھی ضرب لگائی ہے اور اس کے نتائج ظاہر ہونے لگے ہیں۔ زوجین کے انتخاب کا معیار اور انداز کیا ہونا چاہیے، اس پر اسلام کی ربانی ہدایات اور محسن انسانیتؐ کی اعتدال بھری تعلیمات کیا ہیں؟ زیرنظر تحریر آج کے منظر نامے کے اسی اہم پہلو پر روشنی ڈالنے کی ایک ادنیٰ کاوش ہے۔ اللہ اسے قبول فرمائے۔ آمین

دہلی   محمد فہیم اختر ندوی

۲۷ اگست ۲۰۰۶/ یکم شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

شادی کا دن

زندگی میں شادی کا دن بڑا اہم ہوتا ہے۔اس دن سے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اسی دن ایک نئے خاندان کی بنیاد بھی پڑتی ہے، اور شادی کے دن ہی نصف ایمان کی بھی تکمیل ہوتی ہے۔شادی کے دن سے ایک ایسے رشتے کی شروعات ہوتی ہے، جس سے قریب ترین کوئی دوسرا رشتہ نہیں ہوتا اور اس رشتے کے دائرے میں جسمانی آسودگی، نفسیاتی تسکین اور قلب ونگاہ کی عفت کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔

ان ساری وجوہات کی بنا پر شادی کا دن بڑی اہمیت رکھتا ہے، لیکن ان سے کہیں زیادہ اہمیت ایک اور بات کو حاصل ہے بلکہ شادی کے دن کی تمام تر اہمیت کا دارومدار بھی اسی بات پر ہے اور وہ ہے شادی کے لیے رفیق زندگی یا شریک حیات کا انتخاب۔ یہ انتخاب ہی وہ بنیاد ہے، جس پر شادی کی خوشنما عمارت تعمیر ہوتی ہے، یہ بنیاد درست ہے تو شادی کی عمارت پائیدار اور مستحکم ہوگی اور اگر بنیاد میں کم زوری ہے تو حالات کے سرد وگرم ہواؤں میں وہ عمارت ہچکولے کھاتی رہے گی اور مشکلات یا اختلاف کی آندھیاں اسے زمیں بوس بھی کرسکتی ہیں۔اس وجہ سے شادی کے لیے رفیق زندگی کا انتخاب شادی کے دن سے زیادہ اہمیتوں کا حامل ہے اور بہت سوچ سمجھ کر انجام دیے جانے کا کام ہے۔

یہ انتخاب زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے

رفیق زندگی کا انتخاب اس لیے اہم ہے کہ وہ زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے، اسی لیے اس کا نام رفیق زندگی اور جیون ساتھی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو انسان اپنے ہر کام میں انتخاب (Selection) کا طریقہ اپناتا ہے، اشیائے خورد ونوش میں انتخاب کیا جاتا ہے، لباس وزیبائش میں انتخاب سے کام لیا جاتا ہے۔ رہائش اور اس کے متاع واسباب میں انتخاب کیا جاتا ہے۔

حالاں کہ یہ چیزیں ایک وقت کے لیے کبھی چند دنوں کے لیے اور کہیں کچھ عرصے کے لیے ہوتی ہیں۔ پھر بھی ان چیزوں کو خوب اچھی طرح دیکھا اور پرکھا جاتا ہے، ان کے بارے میں بہت کچھ معلومات کی جاتی ہیں اور خاص طور سے یہ دیکھا جاتا ہے وہ چیزیں کہاں تک نقصانات سے محفوظ اور پائیدار افادیت کی حامل ہیں۔ جب ان وقتی چیزوں کے انتخاب میں اس قدر اہتمام سے کام لیا جاتا ہے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ رفیق زندگی کا انتخاب کتنی چھان بین اور غور وفکر کا مستحق قرار پائے گا، کیوں کہ یہاں ایک ایسے شخص کا انتخاب ہے، جسے پوری زندگی کا ہم راز و دم ساز بننا ہے، جو سفرِ زندگی کا وہ ساتھی ہے، جو اس کی ہر خوشی اور غم میں شریک ہوگا، جس کے ساتھ صبح و شام کا ایک ایک لمحہ بیتے گا اور جو باہم دو جسم اور ایک جان بن کر زندگی گزاریں گے۔

بات دراصل یہ ہے کہ شادی ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے، یہ اگرچہ شوہر و بیوی کے درمیان ایک معاہدہ ہے، لیکن یہ معاہدہ تاحیات کے لیے ہوتا ہے، اسلام کو یہی مطلوب ہے، وہ شادی کو ایک ایسا بندھن قرار دیتا ہے، جو بہت مضبوط اور پختہ ہو۔ قرآن کریم میں شادی کے بارے میں کہا گیا:

وَ اَخَذْنَ مِنكُم مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ (النسآء:۲۱)

''اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔''

رسول کریم ﷺ کی تعلیمات میں کئی ایسی باتیں کہی گئی ہیں، جن کا مقصود یہ ہے کہ رشتۂ نکاح پائیدار رہو اور شادی میں خوش گواری و استواری برقرار رہے۔ پس جب شادی زندگی بھر کے لیے ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ رشتے کا انتخاب بھی زندگی بھر کے لیے ہو۔

معیار انتخاب کس خوبی کو بنایا جائے؟

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ انتخاب کس طرح ہو، جو زندگی بھر کے لیے بن جائے، انتخاب میں کن باتوں کو پیش نظر رکھا جائے اور اس کا کیا معیار ہو، جو رشتے میں پائیداری لا سکے۔

اگر ہم اپنے سماج پر نظر ڈالیں اور گردوپیش کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ رشتے کے انتخاب میں چند باتوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اول، عام طور پر نسب اور برادری دیکھی جاتی ہے اور عموماً ایک برادری کے اندر رشتے کی تلاش ہوتی ہے اور برادری ہی سے آنے والے رشتے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ البتہ تحریکی شعور رکھنے والے حلقوں میں اس پابندی سے اوپر اٹھ کر رشتے کرنے کی مثالیں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ دوسرے نمبر پر آج یہ دیکھا جاتا ہے کہ ذریعۂ معاش کیا ہے؟ اچھی

نوکری اور اعلیٰ درجے کی معیشت کو معیار انتخاب بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تیسرے یہ دیکھا جاتا ہے کہ رنگ وروپ اور حسن و جمال کیسا ہے؟ اچھی شکل وشباہت اور خوب صورتی بھی رشتے کے انتخاب کا معیار بنتی ہے۔ چوتھے تعلیم وتہذیب اور سماجی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ تعلیم، مہذب گھرانہ اور سماج میں باوقار حیثیت ہے تو اس بنیاد پر رشتہ منتخب کیا جاتا ہے۔ ان چار باتوں میں سب سے زیادہ اہمیت دولت وثروت کو دی جاتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ باتیں رشتے کو پائیدار بنانے میں کچھ اہمیت تو رکھ سکتی ہیں، لیکن تنہا ان باتوں کی وجہ سے انتخاب میں پختگی نہیں آتی، اس قسم کی ظاہری چیزوں کو رشتے کے انتخاب میں پیش نظر رکھنے کا رواج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے ایک موقعے پر بتایا کہ لوگ رشتے کے انتخاب میں کن کن باتوں کو پیش نظر رکھتے ہیں، پھر آپؐ نے وہ نسخۂ کیمیا بھی بتایا، جو رشتے میں پائیداری کا ضامن اور انتخاب کا حقیقی معیار ہونا چاہیے۔

تنکح المرأة لاربع، لمالها و لحسبها و لجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك. (بخاری حدیث: ۴۷۰۰)

''عورت کا نکاح چار باتوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ عورت کی دولت، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن وجمال اور اس کی دین داری۔ تو تم دین دار خاتون کو منتخب کرلے جاؤ، تمھارے دونوں ہاتھ تر رہیں گے۔''

دین داری کو انتخاب کا معیار بنائیے

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بتا رہی ہے کہ لوگ نکاح وشادی میں دولت، حسب، حسن اور دین کو دیکھتے ہیں، پھر آپؐ نے بتایا کہ دین کو معیار انتخاب بنانا دلیل کامیابی ہے۔

دین داری کیا چیز ہے، جس کو اختیار کرنے کی تعلیم ہم سب کے اور پوری انسانیت کے خیر خواہ پیغمبر رسول اللہ ﷺ نے ربانی ہدایات کی روشنی میں دی ہے؟ یہ کوئی سرٹیفکٹ نہیں ہے، جو کسی تعلیم گاہ اور ادارے سے حاصل کرلی جائے، نہ ہی خاندانی خوبی کا نام ہے، جو نسل درنسل چلی آرہی ہو۔ ایسی کوئی سند یا ایسا کوئی خاندانی وصف دین داری کی ظاہری پہچان تو ہوسکتی ہے لیکن مطلوب حقیقی بھی ہو، لازمی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جس دین داری کے جوہر کو اپنانے کی تعلیم فرمائی ہے وہ ذہن وفکر اور کردار وعمل کا مجموعہ ہے اور یہ مجموعہ تعلیم اور تربیت دونوں کے سانچے میں

ڈھل کر تیار ہوتا ہے۔ آیئے دیکھیں کہ دین داری کی کیسی تشریح خود معلم انسانیت اور محسن عالمؐ نے فرمائی ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

الدنیا متـاع و خیر متاع الدنیا المـرأۃ الصالحـۃ.

(مسلم حدیث نمبر ۲۶۶۸)

''دنیا متاع ہے اور دنیا کی سب سے عمدہ متاع صالح خاتون ہے۔''

یہ صالحیت اور نیکی کیا چیز ہے؟ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللّٰہ خیرًا لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ و ان نظر الیھا سرتہ و ان اقسم علیھا ابرتہ و ان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا و مالہ.

(ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸۴۷)

''مومن نے اللہ کے خوف کے بعد کوئی ایسا فائدہ حاصل نہیں کیا ہے، جو نیک و صالح بیوی سے بہتر ہو۔ اگر وہ بیوی کو حکم دے تو بجالائے، اس کی طرف دیکھے تو خوش کر دے، اس پر قسم کھالے تو وہ پوری کر دے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو عورت اپنی ذات اور شوہر کے مال دونوں میں خیر خواہی کا رویہ اپنائے۔''

دین دار کی یہ تشریح عورت کے کردار واوصاف سے متعلق ہے، مرد کے کردار میں دین داری کے کیا عناصر ہونے چاہیے، وہ بھی رسول اللہؐ کی احادیث پاک میں دیکھیے، آپؐ نے فرمایا:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا و خیار کم خیار کم نسائھم خلقا. (ترمذی حدیث: ۱۰۸۲)

''سب سے کامل ایمان اس مومن کا ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم مردوں میں اچھے وہ ہیں، جو اپنی عورتوں کے لیے اچھے ہوں۔''

ایک بار فرمایا:

''محمد کے گھر میں بہت سی عورتوں نے آکر اپنے شوہروں کی شکایت کی ہے، سن لو کہ ایسے شوہر اچھے لوگ نہیں ہیں۔'' (ابوداؤد حدیث نمبر: ۱۸۳۴)

ایک اور حدیث میں بیوی کے حقوق کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

ان تطعمها اذا طعمت و تکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت.

(ابوداؤد حدیث نمبر:۱۸۳۰)

’’جو تم کھاؤ وہ اسے کھلاؤ، جب پہنو تو اسے پہناؤ اور اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے برا بھلا نہ کہو اور غصہ میں اسے گھر سے باہر نہ کرو۔‘‘

دین داری کے یہ اوصاف کردار و فکر کا وہ مجموعہ ہے، جس کو رشتے کے انتخاب میں معیار بنانے کی تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ اور یہی وہ جوہر ہے، جو رشتۂ نکاح میں پائیداری لاتا ہے۔ پائیدار انتخاب کے لیے ضروری ہے کہ ہم دیگر اوصاف اور خوبیوں کے مقابلے میں دین داری کے وصف کو اولیت دیں، اور اس وصف سے صرف نظر کر کے دوسری خوبیوں اور محاسن کی تلاش میں نہ رہیں، بلکہ سب سے پہلے وصف دین داری کا اطمینان حاصل کریں پھر دوسرے محاسن کی جستجو کریں۔

رشتے سے پہلے کیا کریں؟

ہمارے سماج میں رواج ہے کہ رشتۂ نکاح طے کرنے سے پہلے گھر کے بڑے بزرگ ایک دوسرے کی معلومات حاصل کرتے ہیں، پھر لڑکا اور لڑکی کو دیکھنے کی رسم پوری کی جاتی ہے، خاندان اور اقارب واحباب میں رشتے کی بات چلنے کی خبر عام کی جاتی ہے، دونوں طرف سے اطمینان کے بعد رشتے کی بات پکی کی جاتی ہے۔ اب سے پہلے تک ایسا رواج شاید نہیں کے برابر تھا کہ لڑکا از خود اس لڑکی کو دیکھ سکے، جس کے ساتھ اس کا رشتہ طے کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح لڑکی اپنے ہونے والے شوہر کو شادی سے قبل دیکھ سکے، بلکہ یہ سارے مراحل گھر کے بڑے بزرگ طے کرتے تھے، ماں باپ کا طے کیا ہوا رشتہ بیٹے اور بیٹی کے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھتا تھا اور فرماں بردار اولاد تاعمر ماں باپ کے طے کردہ رشتے کو نبھاتے تھے، اس طریقے میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں تھا جب تک بچے نکاح کو ذہناً اور عملاً پوری طرح قبول کر لیتے تھے اور اس کے تقاضوں کو بحسن و خوبی ادا کرتے رہتے تھے۔ پھر جب سے فوٹو گرافی اور تصویر کا فن عام ہوا تو تصویر بھیجنے کا رواج چل پڑا، لڑکے والے لڑکی کی تصویر منگاتے ہیں اور پسند کرنے پر باضابطہ لڑکی

کے گھر جا کر رشتہ پکا کرنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اگر تصویر شرعی حجاب کے حدود و آداب کے مطابق ہے تو رشتہ مانگنے والوں کے یہاں اسے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بڑے شہروں میں اب تصویر کے ساتھ شخصی تفصیلات (Bio Data) بھی بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بھی غلط نہیں ہے۔

یہ تو رہی سماجی رواج کی تفصیلات، جو انسانی تجربات کی روشنی میں اختیار کی جاتی رہی ہیں۔ ان کے اپنے فوائد بھی ہیں اور بعض دفعہ بالخصوص ناروا شدت کے موقعے پر نقصانات کے امکانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے سماجی رواج جب تک شریعت کے احوال و آداب کی پامالی نہیں کرتے ہیں، انھیں اپنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن خود شریعت نے جو رشتہ نکاح کو خوش گوار کے ساتھ ساتھ پائیدار بھی بنانا چاہتی ہے، رشتے سے پہلے کن اقدامات کی تجویز کی ہے، آیئے ان پر بھی ایک نظر ڈالیں۔

اسلام نے فطرت کے تقاضوں کی تکمیل میں، جو رویہ اختیار کیا ہے وہ فطری بھی ہے اور اس میں سہولت و توسع بھی ہے۔ اس نے بے جا سختی کو سند نہیں دی ہے اور نہ فطری تقاضوں کو کچلا ہے، اس نے معتدل راہ اختیار کرتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھا کہ سماج میں فحاشی راہ نہ پانے پائے، کسی پاک دامن کی عزت و عصمت تار تار نہ کی جا سکے۔ شریعت نے اس مقصد کے لیے ان راستوں پر پہلے بندش لگائی، جو اس برے نتیجے تک حتماً پہنچاتے ہیں اور وقتی لذت کے بعد دائمی مصیبت اور نہ ختم ہونے والی پریشانیاں دامن گیر ہو جاتی ہیں۔

رشتۂ نکاح کی پائیداری اور خوش گواری کے لیے حکیم انسانیت رہبر عالمؐ نے دو بنیادی باتوں کی طرف توجہ دلائی، جنھیں رشتہ طے کرنے سے پہلے اپنا کر دونوں طرف ایک دوسرے کے تئیں مطمئن ہو سکتے ہیں۔ یہ اطمینان رشتے میں پختگی ڈالتی ہے اور اس میں دوامیت پیدا کرتا ہے۔

منگیتر کو دیکھ لیں

پہلی بات لڑکے سے متعلق ہے کہ وہ اپنی اس منگیتر کو دیکھ سکتا ہے، جس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا پیمان وفا وہ باندھنے جا رہا ہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو مشورہ دیا کہ تم جا کر اس لڑکی کو دیکھ لو، جس کو نکاح کا پیغام دیا ہے، کیوں کہ پہلے دیکھ لینے کی وجہ سے تمھارے قلب میں اطمینان کی کیفیت پیدا ہوگی اور تم دونوں مطمئن ہو کر خوشگوار زندگی گزارو گے۔ آپؐ نے فرمایا:

انظر الیها فانه احری ان یؤدم بینکما. (ترمذی حدیث ۱۰۰۷)

''تم جا کر اس لڑکی کو دیکھ آؤ، یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم دونوں کے درمیان پائیداری قائم رہے۔''

ایک حدیث میں اس طرح کہا گیا ہے کہ لڑکی کے بابت ایسی چیزوں کو دیکھ لو، جو تمھیں اس کے ساتھ نکاح پر آمادہ کرلے۔ (ابوداؤد) اس رہنمائی میں مزید وسعت ہے کہ لڑکی کی شکل تو دیکھی ہی جاسکتی ہے، ساتھ ہی اس کے سلسلے میں ایسی معلومات اور تفصیلات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں، جن کے بعد اس سے رشتۂ نکاح پورے اطمینان و انشراح کے ساتھ اور سمجھ بوجھ کر انجام پائے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی چھوٹی بات یا شکل وشباہت سے متعلق کوئی چیز جو رشتے سے قبل معلوم نہ ہو نکاح کے بعد علم میں آتی ہے تو کبھی باعث ناپسندیدگی بن جاتی ہے اور رشتے میں دراڑ پڑنے لگتا ہے۔ یہی بات اگر پہلے سے معلوم ہو تو اطمینان خاطر رہتا ہے۔ ایسے امکانی خدشۂ ناپسندیدگی کو بھی دور کرلینے کی جانب رہ نمائی رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ملتی ہے۔ آپؐ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ قبیلہ انصار کی عورت سے شادی کرنے جارہے ہو تو یہ بات سمجھ لو کہ ان کی آنکھوں میں ایسا ایسا ہوتا ہے، تم رشتے سے قبل اس بابت اطمینان کرلو۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: انی تزوجت امرأة من الانصار قال هل نظرت الیها فان فی عیون الانصار شیئا.

(مسلم حدیث نمبر: ۲۵۵۳)

''ایک شخص اللہ کے رسول کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کرلی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو دیکھ لیا چوں کہ انصاری لڑکیوں کی آنکھوں میں ایک بات ہوتی ہے (کوئی عیب ہوتا ہے)۔''

لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی درست نہیں ہے

دوسری بات لڑکی سے تعلق رکھتی ہے۔ نکاح کا رشتہ طے کرنے میں لڑکی کی رائے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جس لڑکی کو اپنے ماں باپ کا گھر، اپنا محلّہ پڑوس ماحول اور بچپن کی حسین یادوں کے ماضی کو چھوڑ کر ایک ایسے گھر میں جانا ہے، جو اس کے لیے اجنبی ہے۔ ایک ایسے شخص کے ساتھ پل پل کی زندگی بسر کرنی ہے، جس سے اب تک اجنبیت تھی، کتنا ضروری ہے کہ وہ لڑکی

بھی اپنے ہونے والے شوہر اور گھر کے بارے میں اپنا کچھ ذہن بنا سکے اور یک گونہ اطمینان کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الأیم احق بنفسها من ولیها و البکر تستأذن فی نفسها و اذنها صماتها. (ترمذی حدیث نمبر:۱۰۲۶)

''ثیبہ اپنے سلسلے میں اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے (اپنی شادی کا فیصلہ خود کرے) اور باکرہ سے اجازت لی جائے گی، اس کی خاموشی اجازت شمار ہوگی۔''

یہ حدیث رسول بتا رہی ہے کہ رشتہ طے کرنے سے پہلے لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس سے مشورہ کیا جائے گا، اور مشورے سے پہلے اس کے سامنے ساری تفصیلات رکھی جائیں گی، اور لڑکی کی رائے ہی آخری اور فیصل ہوگی، رسول اللہ ﷺ کی یہ رہ نمائی صرف اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ شریعت کے قانونی حکم کی حیثیت رکھتی ہے، کیوں کہ اگر لڑکی راضی نہ ہو اور وہ رشتے کو قبول کرنے سے انکار کردے تو قانوناً وہ نکاح ہی درست نہیں ہوگا۔

پھر لڑکی کے مشورے اور مرضی پر جو رشتہ طے پائے گا اس میں پائیداری آئے گی، جو نکاح کا عین مطلوب ہے۔ لڑکی کی مرضی کے علی الرغم جبراً اس پر تھوپا گیا رشتہ اپنے آپ میں بڑا پرخطر اور نامحمود نتائج تک پہنچانے والا بن سکتا ہے، بھلا اسلامی شریعت اس نتیجے کو کیسے پسند کرسکتی ہے، اس لیے اس کی ہدایت ہے کہ رشتہ طے کرنے میں لڑکی کی مرضی معلوم کی جائے، جسے رشتے کے تمام سرد و گرم سے دوچار ہونا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ دونوں رہ نمائیاں رشتۂ نکاح کو پائیدار بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، انھیں ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے تاکہ ہونے والا رشتہ دونوں کے لیے اطمینان بخش، خوشگوار اور دوامیت افزا ثابت ہو سکے۔

انتخاب کا بگڑتا ہوا معیار

انتخاب کے اسلامی معیار پر گفتگو کے بعد آیئے ہم دیکھیں کہ آج ہمارا انتخاب کہاں تک اس معیار پر پورا اتر رہا ہے، اور زندگی کے سماجی ڈھانچوں میں تیز رفتاری سے آنے والی تبدیلیوں سے متاثر ہوتا ہوا ہمارا معیار انتخاب کتنا مفید ہے اور کس قدر مضر اور کہاں تک وہ اسلامی تعلیمات و آداب کے ساتھ ہم آہنگ ہے؟

آج اگر غور سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ رشتے کو منتخب کرنے اور اس کو طے کرنے میں دو تین جگہوں پر ہم ایسے غلط راستے پر چل پڑے ہیں، جن کی منزل نا معلوم تباہی ہے اور ایسے رشتوں کے بھیانک نتائج اتنے زیادہ ظاہر ہونے لگے ہیں کہ سماج کراہ اٹھا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ ہدایت کو پس پشت ڈالتے ہوئے مغرب سے درآمد شدہ معیار انتخاب کو اپنا کر دولت وحیثیت کو ترجیح دے دی ہے اور دین داری کے اوصاف کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ دولت اور حیثیت دونوں ناپائیدار چیزیں ہیں، یہ باقی بھی رہتی ہیں اور چلی بھی جاتی ہیں، پھر جہاں دولت وحیثیت وجہ انتخاب ہوتی ہے، وہاں محبت صاحب دولت کی ذات سے قائم نہ ہو کر دولت وحیثیت ہی سے محبت رہ جاتی ہے، ایسی صورت میں دونوں میں حقیقی محبت وتعلق کیسے پروان چڑھے گا، پھر اسی معیار انتخاب کو چلتا ہوا سکہ پا کر غلط بیانیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ حیثیت کا بھرم قائم کرنے کے لیے جھوٹی نمائش کا سہارا لیا جاتا ہے اور اوقات سے بڑھ کر کبھی ناجائز راستوں سے اور کبھی قرض لے کر دولت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ بنیادیں چوں کہ کھوکھلی ہوتی ہیں۔ اس لیے بہت جلد زمین بیٹھنے لگتی ہے، ایسے رشتے ٹوٹ پھوٹ کی کگار پر ہوتے ہیں اور بنیادوں کے دھنسنے سے زمیں بوس ہو جاتے ہیں۔ سماج میں آئے دن ایسا مشاہدہ ہر جگہ ہوتا رہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ آج مخلوط معاشرہ نے ایک ایسی سماجی برائی کو جنم دیا ہے، جس کی تباہ کاریوں کی آگ میں پوری سوسائٹی جھلس رہی ہے۔ یہ برائی ہے جنس پرستی کی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مغرب نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ماڈرن کلچر کے نام پر جدید ذرائع ابلاغ، فیشن، انٹرٹینمنٹ اور اشتہاری مہم بازیوں کے ذریعے Sex اور جنس پرستی کو مشرقی سماج پر تھوپ دیا ہے۔ مسلم سماج کو بھی اس تعفن آمیز گڈھے میں گرانے کی زبردست کوششیں کی جارہی ہیں۔ یہ برائی اب رشتے کے انتخاب میں بھی محرک بننے لگی ہے، تعلیم گاہوں کے مخلوط ماحول میں اور دوسری جگہوں پر بھی نوجوان لڑکے ولڑکیاں جنسی جذبات کے تحت آپس میں رشتے طے کر لیتے ہیں اور پھر کبھی والدین کو اس پر آمادہ کر کے اور کبھی اس کے بغیر شادی کر لیتے ہیں، ایسی شادیاں خاص طور پر بڑے شہروں میں اب عام ہوتی جارہی ہیں، چوں کہ ان رشتوں کے پیچھے سنجیدہ غور وفکر اور پائیدار بنیاد نہیں ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ جنسی محرک سے اتنے مغلوب ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے

کے خاندان کی تفصیلات سے بھی ناواقف رہتے ہیں، بلکہ خود باہم ایک دوسرے کے مزاج ومذاق سے بھی ناآشنا رہ جاتے ہیں، ایسے رشتوں میں عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ چند برسوں بلکہ کبھی چند مہینوں کے بعد ہی جب جنسی ابال تھمتا ہے تو آپس میں معمولی باتوں پر اختلاف شروع ہونے لگتا ہے، جو مسلسل بڑھتے بڑھتے شدید نفرت اور سخت انتقام تک جا پہنچتا ہے۔ کہاں ازدواجی زندگی کی خوشگوار محبت اور کہاں دونوں کے درمیان شدید ترین دشمنی، پھر معاملہ کورٹ مقدمات تک اور بسا اوقات تشدد واستحصال اور قتل وغارت تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے واقعات اب اتنے عام ہوتے جارہے ہیں کہ شاید ہی کوئی علاقہ ان مثالوں سے خالی ہو۔ اسلام نے ایسے بھیانک انجام سے بچنے کے لیے جہاں شادی کو سنجیدہ غور وفکر کے بعد اور مضبوط بنیادوں پر انجام دینے کی تعلیم دی ہے، وہیں اس نے ایسے جذباتی محرکات کے پیدا ہونے کے راستوں کو بھی بند کیا ہے تاکہ سماج ٹوٹنے بکھرنے سے بچ سکے اور انسانیت اپنی نوجوان نسل کے قیمتی سرمایے سے اور ان کی تعمیری قوتوں سے محروم نہ ہوسکے۔

شادی کے رشتے کے لیے جنسی محرک کو بنیاد بنانے والا یہ عمل خالص مغربی طرزِ فکر کا نتیجہ ہے، یہ ہمارے مشرقی سماج کا بھی حصہ نہیں ہے، اسلام اور اس کی پاکیزہ تعلیمات کے ماننے والوں کے ساتھ تو اس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں بن سکتا ہے۔ مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو عاقبت اندیشانہ طرزِ فکر اور مومنانہ فراست سے کام لیتے ہوئے ہر وہ تدبیر اپنانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، جو انھیں اس گھناؤنی فحاشی سے محفوظ رکھ سکے اور اسی کے دیے ہوئے ایڈز جیسی خوفناک وتباہ کن بیماری کے تحفے سے بچا سکے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت اور حکم کو ہر حال میں حرز جان بنائے رکھنے کی ضرورت ہے کہ:

لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان. (ترمذی)

''ہرگز کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو کیوں کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

نوجوان لڑکے اور لڑکی کی انفرادی ملاقات اور تنہائی شریعت کے قانون میں حرام ہے، اور قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

اسی سے کچھ ملتی جلتی ایک خرابی کچھ حلقوں میں یہ در آئی ہے کہ رشتے سے پہلے نوجوان

لڑکے اور لڑکی آپس میں انفرادی ملاقاتیں کرتے ہیں، ٹہلتے گھومتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اب فون اور موبائل کے زمانے میں باہم گھنٹوں باتیں ہوتی ہیں اور ہنسی و مذاق کی تمام سرحدیں پار کرلی جاتی ہیں۔ کچھ جگہوں پر خود والدین کی طرف سے ایسی چھوٹ دی جاتی ہے، بلکہ وہ اس کا موقع مہیا کرتے اور اس کی ہمت افزائی کرتے ہیں، اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ حدودِ شرع میں رہتے ہوئے مہذب گفتگو یا دوسروں کی موجودگی میں شرعی حجاب کے ساتھ ملاقات کی حد تک گنجایش تو سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن تنہا ملاقات، تنہا گھومنا اور جنسی موضوعات پر گفتگو یا طویل آزادانہ ہم کلامی جیسی چیزیں بالکل ناجائز اور ممنوع ہیں۔ اس بابت رسول اللہؐ کی ہدایت ابھی اوپر مذکور ہوئی۔ یہی خرابی ہے، جو بعض جگہوں پر یہاں تک جا پہنچی ہے کہ شادی سے قبل ہی وہ دونوں مختلف مغربی ناموں اور مغربی رواجوں کے تحت جنسی لذتیں حاصل کرنے لگتے ہیں بلکہ جسمانی تعلق کی آخری حدوں تک جا پہنچتے ہیں اور بسا اوقات لڑکیاں حاملہ ہو جاتی ہیں یا اسقاطِ حمل کراتی ہیں۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سماج میں بدنامی سے ڈر کر ایک دوسرے سے دور ہونے لگتے ہیں، یا جنسی مطلب پورا کرلینے کے بعد ایک دوسرے سے اکتانے لگتے ہیں۔ اب باہمی جھگڑے شروع ہوتے ہیں۔ لڑکی یا لڑکے کو راستے سے ہٹانے کی کوشش ہونے لگتی ہے اور ظلم و تشدد اور قتل و غارت کی کہانیاں تیار ہو جاتی ہیں۔ اسلام اس بھیانک انجام تک پہنچنے کے تمام راستوں کو پہلے ہی بند کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے جب کسی بھی نامحرم کے ساتھ تنہا اکٹھا ہونے سے گریز کیا جائے گا تو آگے کے یہ مفاسد، یہ گناہ اور یہ تباہیاں سامنے نہیں آئیں گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ رشتے کا انتخاب جب زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ پائیداری پیدا کرنے والے اسباب و عوامل پر بھی پوری طرح نظر رکھی جائے۔ اس سلسلے میں ایک طرف بڑے بزرگوں کا مشورہ اور ان کی رائے پر عمل اچھے نتائج کا ضامن ہوتا ہے، دوسری طرف دین داری کو وجہ ترجیح بناتے ہوئے دونوں کے درمیان مزاجی ہم آہنگی اور سماجی موافقت کے عناصر کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ زوجین کے درمیان ہم آہنگی کس طرح برقرار رہے، یہ اصل مقصود ہے۔ بسا اوقات فکری اختلاف، طرزِ معاشرت میں بہت زیادہ فرق، رہن سہن اور طور طریق میں علیحدہ علیحدہ انداز اور تعلیمی یا مالی حیثیت میں قابل لحاظ تفاوت جیسی سماجی چیزیں بھی اختلاف کا سبب بننے لگتی ہیں، اور شادی کے اصل مقصود کو متاثر کرتی ہیں۔ باوجودیکہ یہ سماجی چیزیں اپنے

آپ میں اتنی اہمیت نہیں رکھتے ہیں کہ شریعت رشتہ نکاح میں انھیں اپنانے کا حکم دے۔ لیکن شریعت یہ ضرور چاہتی ہے کہ رشتہ پائیدار ہو تو جو امور اس پائیداری کی بنیاد کھودتے ہیں انھیں ملحوظ رکھنے کی تاکید شریعت نے مختلف انداز سے ضرور کی ہے۔ ایسے موقعے پر ہمیں دو میں سے کوئی ایک راستہ لازماً اپنانا ہوگا۔ یا تو دونوں فریق میں اتنی اسلامی وسعت ذہنی ہو اور وہ تحمل کا ایسا ظرف رکھتے ہوں کہ ان دنیاوی امور میں فرق کو اپنی معاشرت اور سلوک میں ظاہر نہ ہونے دیں، اور ایسے سماجی فرق کی وجہ سے کبھی بھی نکاح کے تقاضوں کو مجروح نہ ہونے دیں تو یہ اعلیٰ اسلامی مثال اور قابلِ تقلید نمونہ ہوگا۔ یا اگر اس رویے کا مظاہرہ کر پانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں اور یہ خطرہ موجود ہو کہ سماجی اونچ نیچ رشتے کے تقدس اور باہمی موافقت پر ضرب لگاتی رہے گی تو مقصد نکاح کی خاطر وہ ایسے 'بے جوڑ' نکاح سے باز رہیں اور پہلے ہی اس بات کا اہتمام کریں کہ رشتہ 'جوڑ' کا ہو، یہ 'جوڑ' جسے عربی میں 'کفو' کہتے ہیں اسلامی شریعت میں مطلوب ہے، کیوں کہ یہ رشتۂ نکاح کے مقصود کو تقویت پہنچاتا ہے، دیکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا علی! ثلاث لا تؤخرھا، الصلوٰۃ اذا آنت، و الجنازۃ اذا حضرت والایم اذا اوجدت بھا کفئ (ترمذی حدیث ۱۵۶)

"اے علی! تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، نماز کا جب وقت ہو جائے، جنازہ جب آجائے اور لڑکی کا نکاح جب اس کے لیے کفو مل جائے۔"

لیکن اگر دینی شعور اتنا بلند ہو کہ اس جوڑ کے بغیر بھی نکاح کے مقاصد کو نظر انداز کر بیٹھنے کا خدشہ نہ ہو تو اس موقعے پر ان ظاہری امور پر اصرار اور 'جوڑ' کی اصرار آمیز تلاش نا مطلوب ہوگی۔

مذہب سے باہر رشتہ

رشتے کے انتخاب میں ادھر کچھ عرصے سے بعض مسلم حلقوں میں ایک ایسا رواج راہ پانے لگا ہے، جس کے نہ صرف ناجائز ہونے بلکہ تاحیات زنا کاری قرار پانے میں کسی عالم دین کا اختلاف نہیں ہے۔ وہ ہے غیر مسلم عورت یا غیر مسلم مرد سے شادی۔ یہ بات بالکل واضح رہنی چاہیے کہ ایک مسلم خاتون کی شادی قطعاً کسی بھی صورت میں کسی بھی غیر مسلم مرد سے نہیں ہو سکتی ہے، ایسا رشتہ کبھی بھی 'نکاح' کا مقدس نام نہیں پا سکے گا، اس رشتے کے بعد جسمانی تعلق عین زنا قرار پائے گا اور اس زنا سے پیدا ہونے والی اولاد بھی ثابت النسب نہیں ہوگی۔ نہ ان پر اسلامی قانون

میراث کے احکام جاری ہوسکیں گے۔ اسی طرح ایک مسلم مرد کے لیے شریعت کا حکم ہے کہ وہ مسلم عورت کو اپنی زوجیت میں لے، اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) عورتیں اگر اپنے مذہب پر عمل کرنے والی اور پاک دامن ہوں تو ان سے مسلم مرد نکاح کرسکتا ہے، لیکن پھر بھی ترجیح مسلم عورت سے رشتے کو دی گئی ہے۔ دیکھیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کتنے صاف لفظوں میں حکم دیا ہے:

وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلاَ تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ (البقرة:۲۲۱)

”اور تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمھیں بہت پسند ہو۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام مشرک شریف سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمھیں پسند ہو، یہ لوگ تمھیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔“

اور فرمایا:

وَلاَ تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (الممتحنة:۱۰)

”اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو۔“

اور فرمایا:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلاَ مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ (المائدة:۵)

”اور محفوظ عورتیں بھی تمھارے لیے حلال ہیں، خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے

ہوں یا ان قوموں میں سے، جن کو تم سے پہلے کبھی کتاب دی گئی تھی۔ بشرطے کہ
تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی
کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔"

کلام ربانی کی ان پاکیزہ آیات نے صاف کردیا ہے کہ مسلم عورت کبھی کسی غیر مسلم مرد کی بیوی نہیں بن سکتی ہے، خواہ وہ غیر مسلم مرد کسی مذہب کا ماننے والا ہو یا نہ ہو۔ اور مسلم مرد صرف مسلم عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور استثنائی صورت میں ایسی اہل کتاب عورت کے ساتھ، جو پاک دامن وعفیفہ ہو۔

انٹرنیٹ پر رشتے کی تلاش

جدید ٹکنالوجی نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں کو متاثر کیا ہے وہیں رشتے کی تلاش کے لیے بھی اب اس ٹکنالوجی کا استعمال ہونے لگا ہے، انٹرنیٹ کھولیے تو جوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے رشتے کا پیغام انتہائی پرکشش بنا کر پیش کرتی نظر آئیں گی۔ انٹرنیٹ پر تصویریں ڈالی جاتی ہیں، شخصی تفصیلات اور خاندان کی حیثیت ذکر کی جاتی ہے، اور اپنی اپنی پسند وترجیحات کا تذکرہ ہوتا ہے، جو رشتہ پسند آئے اس سے انٹرنیٹ پر ہی بات چیت شروع کردی جاتی ہے، بلکہ نوجوان لڑکے ولڑکیاں خود ہی ایک دوسرے سے بالکل آزادانہ گفتگو اور پسند وناپسند کے تبادلے کرتے ہیں۔ یہ گفتگو بسا اوقات کئی جگہوں پر چلتی رہتی ہے اور جب دونوں ایک دوسرے کو پسند کرلیتے ہیں تب رشتے کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر طے کیے جانے والے ان رشتوں میں کئی طرح کے شرعی مفاسد اور گناہ کے کاموں کے علاوہ خود سماجی اعتبار سے بھی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہوتی ہے اور عام طور پر ایسے نکاح ناکامی پر ختم ہوجاتے ہیں۔ انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے کیے جانے والے رشتوں میں کثرت سے دھوکہ دھڑی، غلط بیانی اور جھوٹ کی آمیزش ہوتی ہے اور ان رشتوں کے بھیانک انجام کی اندوہ ناک تفصیلات آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔

دینی شعور رکھنے والوں کو اچھی طرح باور کرنا چاہیے کہ خوب صورت سجی سجائی تصویروں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے کے لیے انٹرنیٹ پر ڈالنا گناہ کا کام ہے۔ اسی طرح اجنبی لڑکے ولڑکی کا باہم تمام امور پر کھلے طور سے گفتگو کا تبادلہ کرنا اور گھنٹوں ہنسی مذاق سے لے کر جنسی امور تک پر

بات چیت کرنا بھی ناجائز وحرام ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی اجنبی عورت کے ساتھ کوئی مرد تنہائی میں اکٹھا ہو، جس کی حرمت پیچھے بیان ہو چکی ہے۔ پھر جھوٹی تفصیلات پر طے پانے والا رشتہ حقیقت کھلتے ہی کھوکھلا ہو جاتا ہے اور نفرت وعناد کے ماحول میں علاحدگی کے لیے دوڑ بھاگ شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر ان مفاسد سے بچتے ہوئے شرعی حدود وآداب کے دائرے میں رہ کر کوئی شخص رشتے کی تلاش اور نکاح کی انجام دہی میں جدید ٹکنالوجی سے استفادہ کرنا چاہتا ہے تو اسلام نے اس پر بندش نہیں رکھی ہے۔

والدین کے انتخاب کو ترجیح دیجیے

اب تک کی تفصیلات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ رشتۂ نکاح کو پائیدار اور ساتھ ہی خوشگوار واطمینان بخش بنانے کے لیے اسلامی شریعت نے کس کس طرح معقول ہدایات دی ہیں، اور کوئی ضروری پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا ہے۔ شریعت کے عمومی ہدایات کا خلاصہ اگر نکالا جائے اور طویل انسانی تجربات کو سامنے رکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں انسان کو اپنے مشفق ومحسن والدین کے انتخاب کو ترجیح دینی چاہیے، والدین خود بھی بچوں سے مشورہ کریں گے، انھیں تفصیلات سے آگاہ کریں گے اور ان کی مرضی معلوم کریں گے۔ بچے اپنی مرضی اور پسند کے اظہار کے ساتھ والدین کے تجربے اور ان کی شفقت ومحبت آمیز پسند کو اہمیت دیں۔ دونوں کے اتفاق سے جو رشتہ ہوگا ان شاءاللہ اس میں خیر ہوگا، اسی خیر کی دعا تقریب نکاح کے بعد پڑھنے کی تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے: بارك الله لك و بارك عليك و جمع بينكما في الخير. (ترمذی:۱۰۱۱)

ایسا امکان چھوٹے پیمانے پر سہی ضرور ہوسکتا ہے کہ والدین بچوں کے مفاد اور مستقبل کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی بھی وقتی محرک کے تحت ایسی جگہ ان کا رشتہ طے کر رہے ہوں جہاں بچوں کے لیے زندگی خوش گوار نہ رہے اور نتیجتاً پائیداری نہ آسکے، ایسے موقعے پر شریعت نے پوری فراخی کے ساتھ اولاد کو اجازت دی ہے کہ وہ شفقت ومحبت سے عاری والدین کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں۔ ایسا ہی ایک واقعہ خود رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش آیا اور آپؐ نے سوال پوچھنے والی لڑکی سے صاف فرمایا کہ تمھارے باپ کا ایسا رویہ تمھارے لیے لازم العمل نہیں ہے۔

(بخاری حدیث:۴۷۴۳)

ہدایت رسول ـــــ اوّلین اور آخری رہنما ہے

غور سے دیکھا جائے تو زندگی کیا ہے؟ ایک مسلسل تجربے کا دوسرا نام ہے۔ انسان اپنی ذات میں ظلام وجہول (انتہائی ظلم کرنے والا اور انتہائی ناواقف) کے سوا اور کیا ہے، اسی لیے انسانی تجربات محفوظ رکھے جاتے ہیں اور آنے والی نسل سابقہ تجربات سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسلام نے ان تجربات سے استفادے کو درست قرار دیا ہے، لیکن شریعت انسانوں کی فلاح و صلاح اور بہبود ونجات کے لیے آئی ہے اور خالق انس انسانوں کی ہر نوع کی ضروریات اور مستقبل کے امکانات سے واقف ہے، اس لیے اس نے انسانوں پر رحم کرتے ہوئے اسے ایسے طریقۂ زندگی سے آگاہ کر دیا، جو اس کی دنیا کو بھی خوشیوں سے بھر دے اور آخرت میں بھی کامیابی سے ہم کنار کر دے۔ شریعت کی بتائی ہوئی راہ حیات ہی انسان کی فطرت اور اس کی ضرورت ہے، جس کے راز گزرتی زندگی کے ایام کے ساتھ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ وہ شخص دانا ہے جو اس راہ زندگی کا رہرو بن جائے اور اس ڈگر پر چل کر منزل مقصود کو پالے، یہی راہ زندگی محسن انسانیت ﷺ نے بتائی ہے اور اسی کی کچھ جھلکیاں اوپر کی سطروں میں پیش کی گئی ہیں۔

تمام دیگر مسائل کی طرح رشتے کے انتخاب کے مسئلے میں بھی ہم اگر ہدایت رسولؐ کو رہنما بنالیں تو ہمارے گھروں میں بہار آجائے، ہمارے رشتے خوش گوار ہو جائیں اور ہم شادی کی پائیدار لذتوں سے شاد کام ہو جائیں۔

آیئے ہم عہد کریں کہ مغرب سے درآمد کیے گئے طرزِ انتخاب کو ہم مغرب ہی کو لوٹا دیں گے۔ ہم رشتے کے انتخاب میں ہدایت رسولؐ کو اپنا رہنما بنائیں گے، اور اس ربانی راہ پر چل کر ہم اپنے سماج کی ایسی خوش گوار تعمیر کریں گے کہ اپنے انجام سے تباہ حال مغرب بھی اسی نمونے کو اپنانے میں اپنی مرضی کا مداوا اور اپنی بیماری کا علاج سمجھنے پر مجبور ہو جائے گا۔
